مدینۃ المسیح

قادیان ۴ جنوری ۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۷ ½ بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے ۔ کہ حضور کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے نسبتاً اچھی ہے ؞

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بھی بفضلِ خدا اچھی ہے ؞

جناب عبد الحمید خورشید صاحب مصری جو مصر کے رہنے والے احمدی ہیں ۔ اور وہاں تجارتی کاروبار کرتے ہیں ۔ کل یہاں تشریف لائے ۔ اور آج انہوں نے مرکزی دفاتر دیکھے

جناب حافظ سید عبد المجید صاحب مرحوم آف منصوری کی لڑکی کی کل تقریب رخصتانہ عمل میں آئی ۔ جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے شمولیت فرمائی ۔ اور دعا کی ؞

اماں بی بی صاحبہ بیوہ مولوی اللہ دتا صاحب متوطن بابا بکالا حال قادیان آج بعمر ۶۳ سال وفات پاگئیں ۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ اور مرحومہ مقبرہ بہشتی میں دفن کی گئیں

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آفتاب اسلام کی ضیاپاشیاں

"اے آنکھوں کے اندھو! تمہیں سچائی کا مخالف بننا کس نے سکھلایا! دین تباہ ہوگیا ۔ اور بیرونی حملوں اور اندرونی بدعات نے تمام اعضا دین کے زخمی کر دیئے ۔ اور صدی میں سے بھی تیئیس ۲۳ برس گزر گئے ۔ اور کئی لاکھ مسلمان مرتد ہو کر خدا اور رسول کے دشمن ہو گئے ۔ مگر تم کہتے ہو ۔ کہ اس وقت کوئی خدا کی طرف سے تو نہیں ۔ مگر دجال آیا ۔ بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ ۔ جو یہ کہتا ہو ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی ۔ یاد رکھو ۔ کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا ۔ اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے ۔ کہ وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں ۔ جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بد قسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں ۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے ۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا ۔ مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا ۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے ۔ اے نادانو! تم کفر کہو یا کچھ کہو ۔ تمہاری تکفیر کی اس شخص کو کیا پروا ہے جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے ۔ وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل پر اترا تھا وہی میرے دل پر بھی اترا ہے ۔ مگر اپنی تجلی میں اس سے زیادہ ۔ وہ بھی بشر تھا ۔ اور میں بھی بشر ہوں اور جس طرح دھوپ دیوار پر پڑتی ہے ۔ اور دیوار نہیں کہہ سکتی ۔ کہ میں سورج ہوں اسی طرح ہم دونوں ان تجلیات سے اپنے نفس کی کوئی ذاتی عزت نہیں نکال سکتے ۔ کیونکہ وہ حقیقی آفتاب

صاحبزادہ سر عبد القیوم خان صاحب کی وفات

پر ہمدردی کرنیوالوں کا شکریہ

ان تمام حضرات کا جنہوں نے انفرادی طور پر یا مجموعی رنگ میں ہمارے خاندان کے سابقہ فخر خاندان سر نواب صاحبزادہ عبد القیوم خان صاحب کے سی۔ آئی۔ ای۔ کی ناگہانی وفات پر اظہار ہمدردی کی ہے۔ بذریعہ اخبار ہذا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

خاکسار۔ صاحبزادہ عبد اللطیف احمدی۔ برادر سر نواب صاحبزادہ عبد القیوم خان صاحب از ٹوپی

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی روز افزوں ترقی

۲۰ر دسمبر ۱۹۳۷ء تک بیعت کرنیوالوں کے نام

ذیل کے اصحاب بذریعہ خطوط حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کرکے داخل احمدیت ہوئے:-

۱۶۱۱۔ ایک صاحب ریاست رام پور
۱۶۱۲۔ مہرالدین صاحب ضلع گورداسپور
۱۶۱۳۔ عرفان خانصاحب ضلع کیمبلپور
۱۶۱۴۔ ڈاکٹر عثمان علی صاحب ضلع لائل پور
۱۶۱۵۔ محمد اصغر صاحب ضلع شیخوپورہ
۱۶۱۶۔ رابعہ بی بی صاحبہ ضلع شیخوپورہ
۱۶۱۷۔ سردار بیگم صاحبہ ضلع شیخوپورہ
۱۶۱۸۔ پیر عبد الغفار صاحب۔ مردان
۱۶۱۹۔ زبیدہ خانم صاحبہ ضلع گجرات
۱۶۲۰۔ برکت بی بی صاحبہ ضلع گجرات

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ

(رقم فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

(۱) سال چہارم کی تحریک جدید کے اعلان پر ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کیا اس عرصہ میں آپ نے اپنے فرض کو ادا کر دیا ہے

(۲) تحریک جدید کے وعدوں کی آخری میعاد ۳۱ر جنوری ہے۔ اس تاریخ کے بعد کوئی وعدہ قبول نہ کیا جائیگا سوائے ان ممالک کے جنکو مستثنیٰ کیا گیا ہے :-

(۳) مومن کی علامت یہ ہے کہ وُہ سابق بالخیرات ہوتا ہے۔ پس آپکا صرف یہی فرض نہیں۔ کہ ۳۱ جنوری سے پہلے اپنے وعدہ سے اطلاع دیدیں۔ بلکہ جسقدر پہلے آپ وعدہ لکھاتے ہیں۔ اسی قدر زیادہ ثواب کے آپ مستحق بنتے ہیں

(۴) تحریک جدید کا وعدہ پورا کرنے کی آخری میعاد ہندوستان کے لئے یکم دسمبر ہے لیکن جو شخص جسقدر پہلے رقم ادا کرتا ہے۔ اتنا ہی ثواب کا زیادہ مستحق ہے۔ سوائے اس کے جو خدا تعالےٰ کی نگاہ میں معذور ہے :-

(۵) جسقدر پہلے رقم جمع ہو جائے۔ اتنا ہی زیادہ اس سے خدمت دین میں فائدہ پہونچ سکتا ہے :-

(۶) بے شک یہ چندہ اختیاری ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اختیاری چندہ ہی زیادہ ثواب کا موجب ہوتا ہے :-

(۷) دشمن اپنے سارے لشکر سمیت اسلام اور احمدیت پر حملہ آور ہے۔ اسلام اور احمدیت آپ سے ہر ممکن قربانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تاریکی کے فرزندوں اور نور کے فرزندوں میں ضرور نمایاں فرق ہونا چاہیئے :-

(۸) اس تحریک کا ہر شخص کے کان تک پہونچ جانا ضروری ہے۔ پس یہ بھی ثواب کا کام ہے۔ کہ آپ اپنے بھائی تک اس کی اطلاع پہونچا دیں۔ اور اسے اس میں شریک ہونے کی تحریک کریں۔ جو آپ کی تحریک پر حصہ لیتا یا زیادہ حصہ لیتا ہے۔ اس کے ثواب میں آپ بھی برابر کے شریک ہوں گے :-

(۹) خدا تعالےٰ کے کام بندوں کی مدد کے محتاج نہیں۔ وُہ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ مگر مبارک ہے وُہ جس کے ہاتھ کو خدا تعالےٰ اپنا ہاتھ قرار دے۔ کہ وہ برکت کو پا گیا۔ اور رحمت کا وارث ہو گیا۔

(۱۰) تحریک جدید سال سوم کا بقایا جن افراد یا جماعتوں کے ذمہ ہو۔ ان کو بھی فوری ادائیگی کیطرف توجہ کرنی چاہیئے

خاکسار۔ مرزا محمود احمد

تقرر عہدہ داران جماعتہائے احمدیہ

مندرجہ ذیل جماعتوں کے عہدہ داروں کے لئے ۳۰ر اپریل ۱۹۳۸ء تک منظوری دی جاتی ہے

عالم گڑھ ضلع گجرات میاں محمد عالم صاحب پریذیڈنٹ
جمشید پور مولوی شجاعت علی صاحب سکرٹری تعلیم و تربیت

ناظر اعلےٰ

عہدہ داروں کے انتخابات میں پروپیگنڈا نہیں ہونا چاہیئے

گزشتہ تھوڑے سے عرصہ میں بعض اہم جماعتوں میں عہدہ داروں کے انتخابات کے موقعہ پر پروپیگنڈا ہوا ہے۔ اور مرکز تک ایسی شکایات پہونچی ہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے تمام جماعتوں کی اطلاع کے لئے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ عہدہ داروں کے انتخابات کے وقت ہرگز کوئی پروپیگنڈا نہیں ہونا چاہیئے

نفع مند کام

جو احباب کوئی روپیہ نفع پر لگانا چاہیں انہیں چاہیئے۔ کہ وُہ ضرور میرے ساتھ خط و کتابت کریں۔ میں انہیں بعض ایسے کام بتا سکتا ہوں۔ جن میں تجارتی طریق پر روپیہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور بعض ایسے طریق جن میں روپیہ جائداد کی کفالت پر قرض لیا جائے گا۔ اس آخر الذکر طور پر روپیہ انشاء اللہ ہر طرح سے محفوظ ہو گا۔ اور خاصہ نفع ساتھ لائیگا میں امید کرتا ہوں کہ احباب اس موقعہ سے ضرور فائدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ ہجری

مُسلمان مُسلمانوں سے ضرورت کی چیزیں خریدیں

چند سال ہوئے۔ جب ہندوؤں نے ملکانوں کو جو مسلمانوں میں شمار ہوتے تھے۔ مرتد کرکے ہندو بنا لینے کے لئے متحدہ یورش شروع کی۔ اور اس میں علاوہ دیگر ذرائع کے ایک بہت بڑا ذریعہ یہ اختیار کیا۔ کہ ملکانوں کے سامنے مُسلمانوں پر ہندوؤں کی فضیلت اور برتری ثابت کرنے کے لئے کہا جاتا۔ کہ مسلمان ہندو کے ہاتھ کی چیز کھا لیتے ہیں۔ لیکن ہندو مسلمان کی چھوئی ہوئی چیز نہیں کھاتے اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ مسلمان اپنے آپ کو ہندوؤں کے مقابلہ میں ادنےٰ سمجھتے ہیں۔ اور ہندو بھی انہیں حقیر قرار دیتے ہیں۔ تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے تحریک فرمائی کہ مسلمانوں کو بھی عہد کرنا چاہیئے۔ کہ وُہ ہندوؤں کے ہاتھ کی کوئی ایسی چیز استعمال نہ کریں گے۔ جو ہندو مُسلمانوں کے ہاتھ کی استعمال نہیں کرتے۔ تاکہ مالی لحاظ سے نقصان پہونچانے کے علاوہ ہندوؤں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ کہ مسلمان ان کے مقابلہ میں ناپاک اور حقیر انسان ہیں۔

اگرچہ اس وقت بعض مسلمان کہلانے والوں نے اس نہایت اہم تجویز کی مخالفت کی۔ اور اس لئے کی۔ کہ یہ آواز قادیان سے اٹھی تھی۔ تاہم چونکہ ملکانوں کے ارتداد نے عام مسلمانوں میں ایک جوش پیدا کر رکھا تھا۔ اس لئے ایک حد تک اسے قبولیت حاصل ہوئی۔ جس کا فوری نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے مقامات پر کھانے پینے کی مُسلمانوں کی دوکانیں کھل گئیں۔ جو ایک طرف تو دوکانداروں کے لئے ذریعۂ معاش بنیں۔ اور دوسری طرف مسلمان پبلک کو آرام و سہولت پہونچانے لگیں۔

اگرچہ جماعت احمدیہ اب بھی اس عہد پر قائم ہے۔ یعنی کوئی احمدی پسند نہیں کرتا۔ کہ کھانے پینے کی کوئی ایسی چیز جو ہندو مُسلمان کے ہاتھ کی نہیں کھاتے۔ ہندو سے لے کر استعمال کرے لیکن افسوس کہ عام مسلمانوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ اور اب تو وُہ اتنا بھی خیال نہیں رکھتے۔ کہ مسلمان کے مقابلہ میں ہندو کو ترجیح نہ دی جائے۔ کجا یہ کہ اگر کسی جگہ کھانے پینے کی چیز کسی مسلمان سے نہ ملے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے تکلیف برداشت کرلیں۔

حال میں راجہ صاحب محمود آباد نے آل انڈیا شیعہ کانفرنس کانپور کی صدارت کرتے ہُوئے تلقین کی ہے کہ وُہ اپنی ضرورت کی چیزیں مسلمان صناعوں۔ اور مسلمان دوکانداروں سے خریدنے کا عہد کریں۔ سنا گیا ہے۔ کہ شیعہ صاحبان عام طور پر اس بات کے پابند ہوتے ہیں کہ کھانے کی کوئی چیز کسی غیر مُسلم کے ہاتھ کی نہ کھائیں۔ اگر یہ درست ہے۔ تو راجہ صاحب بہادر نے جو تلقین فرمائی ہے۔ وُہ نہایت مناسب اور موزون ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ جہاں مسلمانوں میں اس کے متعلق کوئی سرگرمی نہیں پائی جاتی وہاں ہندوؤں کی طرف سے اس کی شدید مخالفت کی جارہی ہے۔ حالانکہ غیر ملکی اشیاء خصوصاً کپڑے کے متعلق وُہ خود یہی طریق اختیار کئے ہُوئے ہیں۔ اگر وُہ اپنی خوشحالی کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ حتےالامکان کوئی غیر ہندی چیز نہ خریدیں تو یہی حق وُہ مسلمانوں کو دینے کے لئے کیوں تیار نہیں۔ جبکہ وُہ ان کے مقابلہ میں صنعت و تجارت میں بہت پسماندہ ہیں۔

کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی یہ تحریک قوم پرستی کے خلاف ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ اگر ہندوؤں کا وُہ طریق عمل جس سے مسلمانوں کے مالی نقصان کے علاوہ ان کی عزت و توقیر پر بھی حملہ ہوتا ہے۔ قوم پرستی کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس چھوت چھات کے خلاف آج تک ہندوستان کے کسی بڑے سے بڑے قوم پرست نے بھی کبھی آواز نہیں اٹھائی۔ تو مسلمانوں کے خلاف کیوں شور مچایا جاتا ہے۔ کیا اس لئے کہ تجارت اور صنعت و حرفت پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ اور وُہ نہیں چاہتے۔ کہ مسلمان اس طرف رُخ کریں۔

دراصل مُسلمانوں کو ہندوؤں سے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے۔ کہ وُہ اگر قوم پرستی کے اتنے ہی شیدائی ہیں۔ تو انہیں نہ تو مسلمانوں کو اچھوت قرار دینا چاہیئے۔ اور نہ مسلمانوں کی پکائی ہوئی کسی چیز کو ناپاک سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو مسلمانوں کو سختی کے ساتھ اس بات کی پابندی کرنی چاہیئے۔ کہ وُہ بھی ہندوؤں کی کوئی ایسی چیز استعمال نہ کریں جیسی ہندو مسلمانوں کی استعمال نہیں کرتے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا۔ کہ ہندوؤں کو اس کے خلاف آواز اٹھانے کی جُرأت نہ ہوگی۔ دوسرے بہت سے بے کار مسلمان کھانے پینے کی چیزوں کی دوکانیں نکال سکیں گے۔

احرار کی سول نافرمانی اور کانگرس

احرار عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ شائد انہوں نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ جب بھی جمہور مسلمان کسی اہم قومی مسئلہ کے متعلق ہم آہنگ ہوکر کوئی متحدہ پالیسی اختیار کریں۔ وُہ ضرور اس کے بالکل برعکس رویہ اختیار کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی۔ جس سے یہ معلوم ہوسکے۔ کہ احرار نے کبھی قومی مسئلہ میں مسلمانوں کی ہم نوائی کی ہو۔ مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں انہوں نے آج کل جو سول نافرمانی شروع کر رکھی ہے۔ اس کے محرکات کے متعلق تو کسی کو شبہ نہیں۔ لیکن ایک عجیب بات یہ ہے کہ ایک طرف تو وُہ اپنے آپ کو پکے کانگرسی قرار دیتے ہوئے اپنی خدمات کانگرس کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کے موجودہ مسلک کی صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں:۔

پنڈت جواہر لال صاحب نہرو نے ایک بیان میں اس بات کی پُر زور تردید کی ہے۔ کہ وُہ شہید گنج ایجی ٹیشن کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ چنانچہ وُہ لکھتے ہیں:۔

"یہ خبر قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ان دنوں کانگرس سول نافرمانی کی حمایت نہیں کرسکتی"

لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اگر کانگرس احرار کے اس فعل کو ناپسند کرتی ہے۔ اور اسے اپنے قائم کردہ ضبط و نظم کے منافی سمجھتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ احرار نے جو سول نافرمانی شروع کر رکھی ہے۔ اس کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی نہیں کی گئی۔ اور نہ اسے روکنے کی کوشش کی گئی ہے اگر احرار کانگرسی کہلانے کے باوجود کانگرس کے کنٹرول میں نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ انہیں کانگرس سے علیحدہ نہیں کیا جاتا۔

خدا تعالےٰ کی صفاتِ رحمت

اور

دنیا میں دکھ درد کا فلسفہ

(۲)

جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسہ ۱۹۳۷ء پر ۲۶ دسمبر کو جو تقریر فرمائی۔ اس کی دوسری قسط درج ذیل کی جاتی ہے :

بیماری کیا چیز ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ بیماریاں کیوں پیدا کی گئی ہیں۔ اس کے متعلق پہلے یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ بیماری کیا چیز ہے؟ اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بیماری تین وجوہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک تو بد پرہیزی سے یعنی اعتدال کو ترک کر دینے سے۔ دوسرے خارجی اثرات سے جو انسان کے جسم پر اور انسان کے ذہن پر پڑتے ہیں تیسرے بعض ایسے اندرونی تغیرات سے جو نہ انسان کے اختیار میں ہوتے ہیں اور نہ ان کا خارج سے کچھ تعلق ہوتا ہے :

اگر بیماریاں نہ ہوتیں تو کیا ہوتا

جو بیماریاں اول وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ اسی صورت سے مٹ سکتی ہیں۔ کہ پرہیز کی احتیاج اور اعتدال کی ضرورت کو ہٹا دیا جائے۔ اگر پرہیز اور اعتدال کی ضرورت کو ہٹا دیا جائے۔ تو نتیجہ یہ ہو کہ انسان کچھ بھی کرے۔ اس کو نقصان نہ ہونا چاہیئے۔ اب تو یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان حتی الوسع کھانے پینے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ اگر اعتدال کی ضرورت نہ رہتی۔ تو ایک ایک شخص سو سو آدمیوں کا کھانا کھا جاتا۔ اور دنیا میں اندھیر مچ جاتا۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا۔ کہ کھانے پینے کی احتیاج ہی نہ رہتی۔ لیکن ایسا انسان تو انسان نہ ہوتا۔ پھر انسان سے جو غرض تھی۔ وہ کیسے پوری ہوتی۔ نہ ہی کوئی انسان اسے پسند کرتا ہے۔ کہ ذائقہ کی تمام حسیں اس سے چھین لی جائیں۔ اور صرف یہ وعدہ ہو۔ کہ تمہیں بیماری کوئی نہ ہوگی ذائقہ کی حسوں کا مارا جانا خود ایک بیماری کی حالت ہے۔ اور سب لوگ یہی کہیں گے کہ یہ جاری رہے۔ چاہے اعتدال کا قانون بھی ساتھ ہی نافذ رہے۔ پھر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ کوئی ایسا انتظام ہوتا۔ کہ جب بھی انسان بد پرہیزی کرنے لگتا۔ کوئی آواز یا کوئی فرشتہ اسے روک دیتا۔ لیکن اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ کہ یہ تو جبر ہوتا اور اس کا انسان کو کیا فائدہ ہوتا۔ اس سے تو اس کے لئے کوئی امتحان نہ رہتا۔ اور امتحان نہ رہنے سے اس کی ترقیات بھی بند ہو جاتیں۔ اگر انسان کا جسم ہی ایسا بنا دیا جاتا۔ کہ وہ خود بخود اس بات کی تمیز کر لیتا۔ کہ کیا چیز کھانی ہے۔ اور کتنی اور کس وقت تو اس کا مطلب بھی یہی ہوتا۔ کہ انسان انسان نہ رہتا۔ بلکہ مشین بن جاتا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ انسانی ترقیات اور انسانی انعامات انسانوں کے لئے ہیں مشینوں کے لئے نہیں :

خارجی اثرات سے جو بیماریاں جسمانی یا ذہنی ہو جاتی ہیں۔ وہ اسی صورت سے مٹ سکتی تھیں۔ کہ انسان کو ہرگز کسی چیز سے متاثر نہ ہونے دیا جاتا۔ نہ وہ گرمی سے متاثر ہوتا نہ سردی سے۔ نہ مرطوب ہوا نہ غیر مرطوب سے۔ نہ نظاروں سے متاثر ہوتا نہ آوازوں سے۔ نہ بوؤں سے نہ لوگوں کے حالات سے۔ اگر یہ حسیں مٹانی ہیں تو گویا انسان میں علم حاصل کرنے کی قابلیت جو ہے اسی کو مٹانا ہے۔ اگر بیماریوں کے امکان کو مٹانے کے لئے انسان کے تمام حسی قوٰی کو مٹانا ضروری ہے۔ ساتھ ہی اس کے علم کو اور علم حاصل کرنے کے ذرائع کو تو پھر اس سے تو یہی بہتر ہے۔ کہ حسی قوٰی قائم رہیں۔ اور انسان ہر سرد گرم سے متاثر ہوتا رہے۔ گو اس کے ساتھ ساتھ بیماری کے امکانات بھی قائم رہیں :

پس انسانی حسیں جتنی بھی ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ نے انسان کی زندگی کو دلچسپ بنانے کے لئے رکھی ہیں۔ اور اس لئے رکھی ہیں۔ کہ انسان کو ماحول کا علم ہو۔ اور وہ ماحول سے اپنے آپ کو صحیح طور پر متاثر ہونے دے۔ اگر انسان ان حسوں کے استعمال میں غلطی کر بیٹھتا ہے۔ تو بیمار ہو جاتا ہے۔ اور بیماری کے اڑانے کی یہی صورت ہے۔ کہ یا یہ حسیں اڑا دی جائیں یا پھر انسان کا اپنا ارادہ نہ رہے۔ بلکہ خدا کا یا پھر ایک مشین کا سا ارادہ باقی رہے۔ دوسری صورت میں جیسا کہ میں کئی بار کہہ چکا ہوں۔ انسان کی پیدائش کی غرض ہی باطل ہو جاتی ہے۔ اور پہلی صورت ایسی ہے۔ جسکو خود انسان ہی پسند نہ کرے گا :

اب ایسی بیماریاں جو اندرونی تغیرات کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اور جن پر انسان کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ ان کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عام طور پر اندرونی تغیرات صحت کی تائید میں ہی ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب ڈاکٹروں میں ایک خیال چل رہا ہے۔ جو معلوم تو مبالغہ آمیز ہوتا ہے۔ لیکن ایک بہت بڑی حقیقت اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی بیماری کا کوئی حقیقی علاج طبیبوں یا ڈاکٹروں کو معلوم نہیں۔ اصل علاج نیچر خود کرتا ہے۔ اور ڈاکٹروں کا فن صرف یہ ہے۔ کہ نیچر کو موقعہ دیا جائے۔ کہ صحت کی تائید میں اپنا کام کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندرونی تغیرات عموماً صحت کے مؤید ہوتے ہیں۔ ہاں کبھی ایسے تغیرات بھی ہوتے ہیں۔ جو بیماری پیدا کرتے ہیں۔ یا بیماری کو بڑھا دیتے ہیں۔ جو بیماریاں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کے قانون کی حکومت کے ماتحت آتی ہیں۔ اور وہی قانون ہے۔ جس کے ماتحت قدرتی آفات وغیرہ آتی ہیں۔ ان میں کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہ سزا کے لئے ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ پاک کرنے کے لئے اور ترقیات دینے کے لئے ہوں۔ اور اگر کوئی ایسی تکلیفیں ہوں جو ایک فرد کی اپنی کسی غلطی کا نتیجہ نہ ہوں تو اللہ تعالےٰ ایسے فرد کو اجر دے گا اسی ذیل میں حیوانات اور بچوں کی تکلیفیں ہیں۔ ہر ذرہ اور ہر نوع کا حق خدا تعالےٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔ اور یہ بھی اپنے اپنے درجہ اپنی اپنی حس اور اپنی اپنی طاقتوں کے مطابق ہوگا :

تکالیف کا ہونا ضروری ہے

اب دو ایک اور چھوٹے چھوٹے اعتراض لیتا ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت نہ ہوتی۔ حالانکہ موت مرنے والوں کے لئے آئندہ اور ان کے پیچھے رہنے والوں کے لئے اس دنیا میں ترقی کرنے کے لئے ضروری ہے۔ پھر بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ سب امور حکمت پر مبنی ہوں تو ہوں۔ انسان تو ان کو تکلیف ہی سمجھتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو مصائب پر خوشیاں منائی جائیں افسوس نہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہمارا یہ دعوےٰ نہیں۔ کہ بیماری سے تکلیف نہیں ہوتی ہمارا دعوےٰ تو صرف اتنا ہے کہ بیماری کے موجبات مٹانے سے جو حالت پیدا ہوتی وہ ناقابلِ برداشت ہوتی۔ یا تو انسان کی آزادی چھین لی جاتی۔ اور اس کو ایک مشین بنا دیا جاتا۔ اس سے انسان پیدا کرنے کی غرض جاتی رہتی۔ یا اس کی حسوں کو مٹا دیا جاتا اور اس کی حیثیت ایک پتھر کی سی ہو جاتی۔

پس بیماریوں اور تکلیفوں سے دُکھ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن ان ترقیات کے پیشِ نظر جو انسان کو آزادیٔ ارادہ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہ بیماریاں بھی رحمت کی چادر کے نیچے ہیں۔ اس سے باہر نہیں۔ اگر وُہ رحمت کی چادر سے باہر ہیں۔ تو وُہ رحمت سے بھاگنے کی ایک سزا ہیں۔ پھر مصائب واقعی پُرحکمت ہوتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ان پر افسوس ہوتا ہے۔ اور وُہ افسوس درمیانی تکلیف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس کو اچھے نتیجہ کا عِلم نہیں۔ اس کو درمیانی تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔ اور جس کو نتیجہ کی خبر ہو اس کو درمیانی تکلیف کا احساس کم۔ سو اس بات کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جنکو خدا پر ایمان ہوتا ہے۔ اور جو مصائب کی حکمتیں سمجھتے ہیں۔ یا یہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ ان میں بہر حال کوئی حکمتیں ہیں۔ وُہ ان مصائب پر کم واویلا کرتے ہیں۔ بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کو حکمت سے خالی سمجھتے ہیں:۔

تکالیف سے نجات پانے کے لئے خودکشی

ہاں ایک اور جواب ہے۔ جو ان متفرق باتوں کے سِلسلہ میں دیا جا سکتا ہے۔ اور وُہ یہ۔ کہ اگر دُنیا واقعی ایسی ہی تکلیفوں سے پُر ہے۔ تو اس کا علاج آسان ہے۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ تمام وُہ لوگ جو دُنیا کو ایسا سمجھتے ہیں وُہ خودکشی کرلیں۔ بہر حال ان کے نزدیک دُنیا میں رہنا نہ رہنے سے بدتر ہے لیکن کتنے ہیں۔ جو دُنیا کو قابلِ رہائش نہیں سمجھتے۔ اور خودکشی کرنے کے لئے طیار ہیں۔ انسان کو اس کا نفس ہر وقت ہی دھوکہ میں ڈال سکتا ہے۔ دُنیا کی تکلیفیں بیان کرنے والے بھی اکثر ایسے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے نفس کو عملی آزمائش میں ڈالا جائے۔ تو وُہ بھی یہی جواب دیں گے۔ کہ نہیں دُنیا میں رہنا ہی بہتر ہے۔ یورپ میں دو ایک جنونی ایسے گزرے ہیں۔ جنہوں نے خودکشی کو دُنیا کی تمام تکلیفوں کا علاج بتایا۔ اور کئی ایک نوجوانوں نے ان کی تسلیم سے متاثر ہوکر خودکشیاں بھی کیں۔ لیکن ان سب کو جنونی فاطر العقل ہی سمجھا جاتا ہے:۔

پس جب عملی آزمائش اس خیال کی کی جاتی ہے۔ تو یہی پایا جاتا ہے۔ کہ باوجود ان سب باتوں کے جو معترض بیان کرتے ہیں۔ ان کا دل دُنیا میں رہنے کو چاہتا ہے:۔

خُدا تعالیٰ کو کوئی احتیاج نہیں

اب متفرق اعتراضوں میں سے ایک اور اعتراض باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم جو کہتے ہیں۔ کہ خدا نے اپنی صفات کے اظہار کے لئے مخلوق کو پیدا کیا۔ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے زمین۔ آسمان اور سُورج وغیرہ پیدا کئے۔ اور اپنی تمام صفات کے مظہر کے طور پر انسان کو پیدا کیا۔ تو کیا خدا تعالےٰ محتاج ہے کہ اسے مخلوق کے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ مگر یہ ایسی ہی بات ہے۔ کہ جب کوئی امیر کسی فقیر کو چند پیسے دے تو فقیر اپنے مانگنے اور لینے کو تو بھُول جائے۔ اور امیر کے دینے پر گرفت کرے اور کہے۔ کہ یہ امیر کی احتیاج تھی۔ جو میں نے پوری کی۔ جو لوگ فقیر کی اس بات پر ہنسیں گے۔ وُہ انسان کی اس بات پر اور زیادہ ہنسیں گے۔ کہ خدا نے زمین و آسمان اور ان کے اندر جو چیزیں ہیں۔ وُہ سب کچھ دے کر سمجھتا یہ ہے کہ خدا انسان کا محتاج تھا۔ کیونکہ اگر انسان نہ ہوتا۔ تو خدا یہ سب چیزیں کسے دیتا:۔

پھر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے، کہ اصل احتیاج کِسی مستقل چیز کی ہُوا کرتی ہے۔ اگر کسی کی اپنی صفت کا اظہار ہو۔ تو اسے احتیاج نہیں کہتے۔ خدا تعالےٰ بھی کسی غیر چیز کی مدد نہیں چاہتا۔ اس کی اپنی قدرت ہے۔ اس قدرت سے وُہ ایک جہان پیدا کرتا ہے:۔

کیا دُنیا ایک عبث چکر ہے

یہ متفرق باتیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ ان میں میرے مضمون کا اکثر حصہ آجاتا ہے۔ اب میں ایک اور اعتراض کو لیتا ہُوں۔ جو خدا تعالےٰ کی صفاتِ رحمت۔ اور انسان کو اپنی صفات کا مظہر کے طور پر پیدا کرنے پر کیا گیا ہے۔ اور یہ اعتراض اُسی مسٹر "جوڈ" نے کیا ہے۔ جس کا ذکر مَیں پہلے کرچکا ہُوں۔ اعتراض یہ ہے کہ اگر خدا اور خدا کی صفات اور خدا اور انسان کے اس تعلق خالق۔ اور مخلوق پر غور کیا جائے۔ جو اہلِ مذہب کی طرف سے بیان کیا جاتا ہے۔ تو دُنیا ایک عبث چکر ثابت ہوتی ہے۔ دلیل اس کی یہ دی ہے۔ کہ مذہبی خیال کے مطابق اگر انسان اپنی آزادی کا صحیح استعمال کرے۔ اور شریعت کے قانون کی پابندی کرے۔ تو دُنیا سے دُکھ درد مِٹ جائیں۔ اب فرض کرو۔ کہ ایک وقت آتا ہے۔ کہ سب انسان اپنی آزادی کا صحیح استعمال کرکے اور شریعت کی پوری پابندی کرکے نجات پا جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں کائنات میں یا تو خُدا ہے۔ جو پہلے ہی کامل۔ اور ہر نقص سے پاک تھا۔ اور یا انسانی روحیں ہیں جو اپنے عمل۔ اور مجاہدہ سے نجات پاچکی ہیں۔ اور کامل ہوگئی ہیں۔ نتیجہ کیا ہُوا؟ یہی نا۔ کہ کمال ہی کمال۔ لیکن ابتدا میں جب خدا ہی خدا تھا۔ اور مخلوق نہ تھی۔ تب بھی تو کمال ہی کمال تھا۔ کمال نے ایک عبث چکر کاٹا اور پھر کمال کے مقام پر لوٹ آیا:۔

پس انسان کے پیدا کرنے اور انسان کی پَیدائش کے ساتھ دکھ، درد پیدا کرنے سے کیا خاص بات پیدا ہُوئی؟

اس اعتراض کے دو جواب ہیں

ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ یہ اعتراض اس وجہ سے پَیدا ہُوا ہے۔ کہ یہ سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ دُنیا کا صرف ایک ہی دَور ہے۔ اور نسلِ انسانی کے کمال تک پہونچ جانے کے ساتھ گویا خُدا کا کام ختم ہوجائے گا۔ حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ نہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ ایک دَور نہیں۔ بلکہ کئی دَور ہیں۔ اور جیسا کہ اب خدا تعالےٰ اپنی صفات کا اظہار کچھ تابع مخلوق مثلاً زمین، سُورج۔ اور آسمان وغیرہ کے ذریعہ اور کچھ آزاد۔ اور ذی ارادہ مخلوق مثلاً انسان کے ذریعہ کرتا ہے اسی طرح اور دَور آئیں گے۔ جبکہ خدا تعالےٰ اور طریقوں سے اپنی صفات کا اظہار کرے گا۔ اور خدا تعالےٰ کی صفات۔ اور ان کے اظہار میں کبھی بھی تعطل نہیں ہوگا:۔

پس وُہ اعتراض باطل ہُوا۔ جو کیا گیا تھا۔ کہ اگر نسلِ انسانی کمال کو پہونچ گئی۔ تو گویا ایک عبث چکر پُورا ہُوا۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کی صفات کا اظہار ایک نہ ختم ہونے والا سِلسلہ ہے۔ جو ہمیشہ کمال سے کمال کی طرف چلتا چلا جائے گا:۔

دوسرا جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ جب کسی شخص کو تکلیف اور درد کا تجربہ ہوجائے۔ تو وُہ تجربہ اس کا ضائع نہیں جاتا۔ بے شک تکلیف آتی اور چلی جاتی ہے۔ لیکن وُہ اپنا اثر پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔ اور ایسے شخص کے لئے بھی جس کے لئے اب وُہ باقی نہیں رہی۔ اس کا ایک اثر باقی ہے۔ اور وُہ اثر اس شخص کے ذاتی سرمایہ میں ایک جزو ہے۔ اور اس کی دانائی اور اس کے علم۔ اور معرفت کا ایک حصّہ ہے پس اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ خدا تعالےٰ کے پیشِ نظر صرف نسلِ انسانی کو کمال تک پہونچانا ہے۔ پھر بھی انسان کو پیدا کرنا اور اس کو ذی حس اور ذی ارادہ پیدا کرنا اور اس طرح اس کو دکھ اور درد کی آزمائش میں ڈالنا ایک عبث چکر نہیں۔ بلکہ انسانوں کے لئے ایک ہمیشہ رہنے والا سرمایہ پیدا کرنے کی صُورت ہے:۔

خدا کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے

آخر میں مَیں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ دکھ اور درد کے مضمون کو سنتے سنتے ہم یہ نہ بھول جائیں۔ کہ جہاں تک انسانوں سے خدا تعالےٰ کا تعلق ہے۔ اپنی صفات کے جاری کرنے میں خدا نے اپنی رحمت کا وسیع دائرہ کھینچا ہے۔ اتنا وسیع یہ دائرہ ہے۔ کہ باقی سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ اپنی رحمت کے متعلق فرماتا ہے رحمتی وسعت کل شیءٍ یعنے یہ کہ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ پس انسان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت خدا تعالےٰ کی باقی صفات اس کی صفت رحمت کے ماتحت چلتی ہیں۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی مشہور تقریر ہستی باری تعالےٰ سے جو حضور نے ۱۹۲۱ء کے سالانہ جلسہ پر فرمائی۔ اسی حقانی تقریر سے میں نے یہ مضمون اپنی بساط کے مطابق لیا ہے۔ اس تقریر میں خدا کی صفتِ رحمت کی وسعت بیان فرماتے ہوئے ایسا عجیب نقشہ کھینچا ہے۔ کہ انسانی فطرت کے ابھارنے کے لئے ایک گراں بہا سامان ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

"خدا تعالےٰ کے علم پر بھی رحمت ہی غالب ہے۔ اور شاید اس بات پر تعجب ہو۔ کہ خدا تعالےٰ کے علم پر رحمت کس طرح غالب ہے۔ مگر اس کا پتہ اس سے لگتا ہے۔ کہ مبشرات خدا تعالےٰ کی طرف سے زیادہ آتے ہیں۔ اور منذرات کم۔ حتیٰ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر منذر رویار زیادہ آئیں تو شیطانی ہوتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ خدا کی طرف سے منذر رویار نہیں آتیں۔ کیونکہ ایسی خوابیں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی آتی تھیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جسے ڈراونی خوابیں ہی آتی رہیں۔ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جس شخص کو متواتر سلسلہ الہامات جاری ہو۔ اس میں مبشرات کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ کیونکہ متواتر الہام خدا کے پیاروں کو ہی ہو سکتے ہیں۔ اور جو پیارے ہوں۔ وہ عذاب کی نسبت انعام کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔ غرض خدا تعالےٰ کا علم جو بندوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پر بھی اس کی رحمت وسیع ہے۔ کیونکہ جو علوم دریافت ہوتے ہیں۔ ان میں رحمت کا پہلو غضب کے پہلو پر غالب ہوتا ہے"

پھر فرماتے ہیں:۔

یہ وسعت کئی طریق پر ہوتی ہے۔ ایک تو اس طرح کہ انسان گناہ کرتا ہے اور خدا تعالےٰ معاف کر دیتا ہے۔ کئی قسم کی بد پرہیزیاں انسان کرتا ہے۔ مگر اکثر ان کے نتائج سے بچ جاتا ہے۔ اور کبھی پھنس بھی جاتا ہے۔ دوسرے اس طرح کہ خدا تعالےٰ گناہوں کی سزائیں جس کا وہ کسی وجہ سے مستحق ہوتا ہے۔ کمی کر دیتا ہے۔ اور جس قدر سزا دیجاتی ہے۔ اس میں بھی رحمت غالب رہتی ہے۔ تو سزا جو شدید العقاب صفت کے ماتحت ہوتی ہے۔ اس پر بھی رحمت ہی محیط ہے گویا سب سے بڑا دائرہ رحمت کا ہے اور اس کا ایک درجہ تو یہ ہے۔ کہ سزا بالکل معاف کرا دیتی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ سزا ہلکی کرا دیتی ہے۔ اور تیسرا یہ ہے۔ کہ اگر سزا ملے۔ تو آخر میں بند کرا دے گی۔ جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن دوزخ میں سے سب لوگ نکال لئے جائیں گے۔ اور ہوا دوزخ کے دروازے کھٹکھٹائے گی۔ تیسرے اس صفت کا ظہور اس طرح ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ گناہوں سے بچنے کے سامان پیدا کرتا رہتا ہے۔ نبی بھیجتا ہے۔ مجدد آتے ہیں مامور مقرر ہوتے ہیں۔ اور پھر مشکلات اور مصائب آتے ہیں۔ تاکہ بندہ کی توجہ خدا کی طرف پھیریں۔

چوتھے اس طرح کہ جب خدا تعالےٰ کسی کے متعلق کسی سزا کا حکم دیتا ہے۔ تو اس کی وجہ سے اس کی دوسری صفات رحمت نہیں رد کی جاتیں۔ بلکہ مختلف صفات اپنے اپنے حلقہ میں کام کرتی رہتی ہیں۔ . . . . مثلاً نبی کے مخالفوں کے متعلق ادھر تو صفت شدید الانتقام جاری ہوگی۔ کہ جو اس کا شدید مخالف ہے۔ اس کو مار دو۔ مگر ادھر خدا تعالےٰ کی صفت ستاری بھی اپنا کام کر رہی ہوگی۔ اس کے دل میں جو کچھ گند ہوتا ہے۔ اس کو ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ لوگوں کو اس کے پوشیدہ در پوشیدہ گناہ نہیں بتلائے جائیں گے اگر بیماری کا حکم ہوا ہے۔ تو جائدادیں برابر محفوظ رہیں گی۔ رزق ملتا رہے گا۔ پھر مرنے کے بعد بھی خدا تعالےٰ کی صفت محی جاری ہوگی۔ اس کو زندہ کیا جائے گا۔ اور اصلاح کی صفت جاری ہوگی غرض خدا کی صفات کا دائرہ مقرر ہے اور وہ اپنے اپنے دائرہ میں کام کرتی ہیں۔ اور ان سب میں رحمتی وسعت کل شیءٍ کا نظارہ نظر آتا ہے۔

و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نواب غوث یار جنگ بہادر صوبیدار گلبرگہ

کے اعزاز میں

الوداعی جلسہ

نواب غوث یار جنگ بہادر اول تعلقدار ضلع رائچور جو یہاں قریباً اڑھائی سال متعین رہے۔ اور جن کی بہترین خدمات اور نمایاں کارناموں کی وجہ سے صوبیداری صوبہ گلبرگہ کی کرسی حکومت نے عطا کی۔ ان کے تبدیل ہونے کے موقعہ پر پبلک رائچور نے اپنے جذبۂ محبت اور وفاداری کے تحت ایک عظیم الشان جلسہ الوداعی جوبلی پارک میں منعقد کیا۔ جس میں اعلےٰ افسر مقامی و معززین شہر و تاجر موجود تھے۔ اور نمائندہ پبلک مولوی عبد الرؤف صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے ایڈریس پیش کیا۔ جس میں آپ کی کارگزاری اور کارہائے نمایاں کا ذکر کیا۔ نواب صاحب نے ایڈریس کا جواب دیا۔

اسی جلسہ میں خاکسار نے بحیثیت نمائندہ جماعت احمدیہ ایک رقم بغرض تقسیم غریب مسلم طلباء پیش کی۔ اور نواب صاحب موصوف کی خدمت میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مبارکباد عرض کی۔ اور سلسلہ احمدیہ کی مختصر تاریخ اور اس کا مقصد اعلےٰ بیان کیا۔ پھر آپ کی رواداری کا ذکر کیا۔ جو آپ نے ہر طبقہ کے ساتھ روا رکھی۔ اور شکریہ ادا کیا۔

نواب صاحب نے اس تقریر کا جواب دیا۔ جس میں جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان خدمات کا اعتراف فرمایا۔ جو ممبران سلسلہ احمدیہ اکناف عالم میں بنی نوع انسان کی سرانجام دے رہے ہیں۔ اور خصوصاً مولانا عبد الرحیم صاحب نیر سابق مبلغ انگلینڈ و افریقہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔ "مولانا نیر صاحب جن سے میری حال میں ہی ملاقات ہوئی۔ آپ سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ آپ کا سبز عمامہ لامبی رنگین ڈاڑھی اس پر فصیح انگریزی میں آپ کی گفتگو بہت عجیب معلوم ہوا"۔

جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ خاکسار محمد عبد الرحیم سکرٹری انجمن احمدیہ ضلع رائچور

بمبئی سے قادیان تک سائیکل پر

ایک احمدی نوجوان فتح محمد صاحب جن کی عمر ۱۸ سال کے قریب ہے۔ اور جو دو سال سے بمبئی میں ایک سائیکل کمپنی کے ہاں ملازم ہیں۔ اب کے سالانہ جلسہ پر بمبئی سے سائیکل پر آئے۔ اور تیرہ روز میں قادیان پہونچے۔ اب وہ سائیکل پر ہی بمبئی کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔

مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کی عدالت سے انتقال کی وجوہ

(اور)

عدالت عالیہ لاہور کا فیصلہ

بھائی جسونت سنگھ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کی عدالت میں حضرت میر محمد اسحق صاحب ناظر ضیافت۔ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ اور مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب پر جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ پولیس کی طرف سے دائر تھا۔ اس کے متعلق بعض وجوہ کی بنا پر عدالت عالیہ لاہور میں انتقال کی درخواست دے دی گئی درخواست انتقال کو آنریبل مسٹر جسٹس بلیکر نے منظور کر لیا۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کو ہدایت کی تھی۔ کہ مقدمہ کی اہمیت کے لحاظ سے وہ اسے کسی سینیئر اور تجربہ کار مجسٹریٹ کے سپرد کریں۔ چنانچہ یہ مقدمہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی عدالت میں بھیجا گیا ہے۔

انتقال مقدمہ کی وجوہ

علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت سے مقدمہ منتقل کرانے کی وجوہ حسب ذیل پیش کی گئیں۔

(۱) مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ بھائی جسونت سنگھ نے مقدمہ قبرستان کے فیصلہ میں ڈیفنس کے بعض نہایت معزز گواہان کی شہادت کو درست تسلیم نہ کرتے ہوئے لکھا۔ "ڈیفنس کی شہادت بہت ضخیم ہو سکتی ہے اور احمدیوں کے لئے ان کی تنظیم اور ذرائع کے لحاظ سے یہ بات آسان ہے کہ گواہوں کی ایک بہت بڑی تعداد پیش کریں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کہانی بعد میں گھڑی گئی ہے۔ اور واقعہ سے چار ماہ بعد تک وہ کبھی بھی معرض وجود میں نہیں آئی"۔ گویا مجسٹریٹ صاحب محض اس وجہ سے کہ احمدی اپنی تنظیم اور ذرائع کے باعث بہت سے گواہ پیش کر سکتے ہیں۔ ان گواہوں کی شہادت کو درست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جس مجسٹریٹ کے دل میں گواہان کے متعلق یہ خیال پہلے سے قائم ہو اس سے انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

(۲) ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ہونے کی وجہ سے چونکہ انہیں پہلے سے ان تمام حالات کا علم تھا۔ جن کی بنا پر مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ چلایا گیا۔ اور انتظامی لحاظ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کو مطلع رکھنے کے لئے انہیں فریقین سے ذاتی طور پر گفتگو اور بحث کا موقع ملتا تھا۔ اس لئے اس کے متعلق ان کا خیال پہلے سے قائم ہو چکا تھا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ وہ مجسٹریٹ جو ذاتی طور پر انتظامی لحاظ سے کسی واقعہ کے حالات کی تحقیقات میں حصہ لیتا رہا ہو جوڈیشل طور پر اس کا اس مقدمہ کی سماعت کرنا درست نہیں ہو سکتا۔

(۳) فخر الدین ملتانی پر حملہ کے روز مجسٹریٹ مذکور نے جماعت کے بعض معزز افراد کے سامنے یہ بات کہی۔ کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے بڑے بڑے آدمیوں کی ضمانتیں لی جائیں۔

عدالت عالیہ میں اپیل اور حلفی بیان

چونکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب نے درخواست انتقال کو نامنظور کر دیا تھا اس لئے انہی وجوہات کی بنا پر عدالت عالیہ میں اپیل کی گئی۔ اور یہ اپیل زیر سماعت تھی۔ کہ حسب ذیل حلفی بیان داخل کیا گیا۔

خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب نے حسب ذیل حلفی بیان عدالت عالیہ میں داخل کیا۔

(۱) میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ ۸ ستمبر ۱۹۳۷ء کو مندرجہ بالا کیس آنریبل مسٹر جسٹس جے لال کے روبرو بغرض سماعت پیش ہوا۔ اور ہز لارڈشپ نے سرکار کے نام نوٹس جاری کرتے ہوئے ہدایت کی کہ درخواست انتقال کے فیصلہ تک مقدمہ کی کارروائی ملتوی رکھی جائے۔ اور درخواست کنندہ کے خرچ پر اس حکم کی اطلاع بذریعہ تار بھیج دی جائے۔

(۲) میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ حکم متذکرۃ الصدر کے مطابق درخواست کنندہ کے خرچ پر دو تاریں ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے نام اور دوسری ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ کے نام بھیج دی گئیں۔ کیونکہ اسی دن مقدمہ کی تاریخ سماعت مقرر تھی۔ یہ دونوں تاریں ہیڈ ٹیلیگراف آفس لاہور میں ۱۲ بجے سے چند منٹ بعد دے دی گئیں۔

(۳) میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ بارہ بجے کے تھوڑا عرصہ بعد جب کہ کارروائی کو شروع ہوئے مشکل سے پندرہ منٹ گزرے ہونگے۔ ایک تار مجسٹریٹ صاحب کے ہاتھ میں دیا گیا جو نکہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور جو درخواست کنندہ کی طرف سے وکیل تھے۔ اس روز حاضر نہ ہو سکے تھے۔ درخواست کنندہ نے (جس نے کہ اس عدالت میں مقدمہ کے انتقال کی درخواست دی تھی) خیال کیا۔ کہ اس تار کا تعلق اسی مقدمہ سے ہے چنانچہ اس کے دوسرے وکیل مرزا عبدالحق صاحب نے عدالت سے یہ کہتے ہوئے کہ شاید یہ تار اس مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے اسے کھولنے کی درخواست کی لیکن عدالت نے کہا کہ یہ خیال غلط ہے۔ اور تار کھولنے سے انکار کر دیا۔ اور کارروائی جاری رکھی

(۴) میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ جب عدالت لنچ کے لئے برخواست ہوئی تو کارروائی قریباً پون گھنٹہ کے لئے ملتوی رہی۔ لیکن ایک بجے بعد دوپہر کے قریب جب کہ مقدمہ کی دوبارہ سماعت شروع ہوئی۔ یہ دیکھا گیا کہ ابھی تک وہ تار عدالت کی میز پر بغیر کھولے پڑا تھا۔

(۵) میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ ۲ بجے لنچ کے معاً بعد عدالت کو ایک اور تار ملا۔ اور اس وقت بھی اس قسم کے خیال کا اظہار کیا گیا لیکن عدالت اپنے پہلے خیال پر مصر رہی۔ اور تار کو کھولنے سے انکار کر دیا۔ اور کارروائی کو جاری رکھا۔ اور جب ایک بار پھر ہمارے وکیل مرزا عبدالحق صاحب نے درخواست کی کہ تار کو کھول لیا جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اسی مقدمہ سے متعلق ہو۔ تو فاضل مجسٹریٹ نے انہیں یقین دلایا۔ کہ یہ تار موجودہ مقدمہ سے تعلق نہیں رکھتا۔

(۶) میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ اس کے بعد یہ دونوں تاریں چار بجے شام تک عدالت کی میز پر پڑی رہیں۔ اور فاضل مجسٹریٹ سے کم سے کم چار دفعہ ان کے کھولنے کی درخواست کی گئی۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

۷۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ مسٹر بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ جولاہور سے قادیان جانے کی غرض سے آ رہے تھے جب پونے چار بجے بٹالہ پہنچے۔ تو درخواست کنندہ کو ریلوے سٹیشن پر نہ پا کر عدالت میں گئے۔ جہاں انہوں نے دیکھا۔ کہ اس مقدمہ کی کارروائی جاری ہے۔ اس پر انہوں نے پروٹسٹ کیا۔ اور عدالت کی توجہ عدالت ہذا کے حکم کی طرف دلائی۔ جس کے متعلق مجسٹریٹ صاحب نے عدم علم کا اظہار کیا۔ اس پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے دریافت کیا۔ کہ کیا انہیں کوئی تار نہیں ملا۔ مجسٹریٹ صاحب نے جواب اثبات میں دیا۔ اور اس کے بعد تاریں کھولیں۔ تاروں کو کھولنے پر معلوم ہوا۔ کہ پہلا تار وہ تھا۔ جو عدالت ہذا کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اور دوسرا تار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ اور دونوں کا مفہوم ایک ہی تھا۔ اس کے بعد قریباً چار بجے شام کارروائی ملتوی کر دی گئی۔

۸۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ ۲ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو جب درخواست کنندہ دس بجے کے تھوڑی دیر بعد مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہوا۔ اور ان سے درخواست کی۔ کہ وہ کوئی اور تاریخ دیدیں۔ کیونکہ اس مقدمہ کے سلسلہ میں کوئی کارروائی نہیں کی جائیگی۔ اور درخواست کنندہ اس گاڑی سے جو بٹالہ سے ۱۱ بج کر ۲۱ منٹ پر چلتی ہے۔ قادیان کے لئے روانہ ہو سکیگا تو مجسٹریٹ نے درخواست کنندہ کو اتنا وقت انتظار میں رکھا۔ جو کہ ٹرین کے نکل جانے کے لئے کافی تھا۔ اور اس کے بعد ۲۵ر اکتوبر کی تاریخ مقرر کر دی۔ اور دوسری گاڑی جس کے ذریعہ درخواست کنندہ قادیان کے لئے روانہ ہو سکتا تھا۔ وہ تھی جو بٹالہ سے شام کے پونے پانچ بجے روانہ ہوتی ہے۔ اس طرح اسے تمام دن بٹالہ میں صرف کرنا پڑا۔

۹۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء اور ۱۷ر نومبر ۱۹۳۷ء کو جبکہ عدالت ہذا میں اپیل ابھی زیر غور ہے فاضل مجسٹریٹ سے درخواست کی گئی۔ کہ ہمیں جلدی فارغ کر دیا جائے۔ تاکہ ہم بٹالہ سے ۱۱-۲۱ کی گاڑی سے روانہ ہو سکیں۔ لیکن ہماری درخواست قبول نہ کی گئی۔

۱۰۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ مجسٹریٹ کا تاروں کو جو اپنی حیثیت میں فوری توجہ کی مستحق ہوتی ہیں۔ وکیل درخواست کنندہ کی متواتر درخواست کے باوجود کھولنے سے انکار کرنا اور تاروں کے باوجود ان کے باقی حصہ میں مقدمہ کی کارروائی جاری رکھنا ۱۸ر اکتوبر کے بعد کسی تاریخ پر مقدمہ کو ملتوی کرنے سے انکار کرنا۔ اور ۲ر اور ۲۵ر اکتوبر اور ۱۷ر نومبر ۱۹۳۷ء کو ان کا درخواست کنندہ کو تمام دن بٹالہ میں ٹھہرنے کیلئے مجبور کرنا۔ حالانکہ مقدمہ کی کوئی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ ایسے واقعات ہیں۔ جو درخواست کنندہ کے خلاف مجسٹریٹ کے تعصب کو بوضاحت ظاہر کر رہے اور اس ٹریبونل کی غیر جانبداری کے متعلق (جس کے سامنے اس کی سماعت ہو رہی ہے) اس کے اعتماد کو پاش پاش کر رہے ہیں۔

تصدیق:۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ میرا متذکرۃ الصدر بیان سچا اور درست ہے۔ اس کا کوئی حصہ جھوٹ نہیں اور اس میں کسی بات کا اخفا نہیں کیا گیا۔

عدالت عالیہ کا فیصلہ

آنریبل مسٹر جسٹس بلیکر نے جو فیصلہ صادر فرمایا۔ وہ حسب ذیل ہے۔

یہ دو درخواستیں اس مقدمہ کے انتقال کے لئے ہیں۔ جس کی کارروائی ایس جسونت سنگھ اپل ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں جاری ہے یہ معاملات ۱۸ر ستمبر گذشتہ کو عدالت ہذا کے سامنے آئے۔ جبکہ نوٹس جاری کیا گیا تھا۔ اور مزید کارروائی روک دی گئی تھی۔ اب درخواست کنندہ کی طرف سے مزید وجوہ پیش کی گئی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کی اس درخواست پر کہ کارروائی کو روکنے کے لئے مجسٹریٹ کو تار کے ذریعہ ایک حکم بھیجا گیا تھا۔ اس بارے میں ایک حلفی بیان پیش کیا گیا ہے۔ کہ دن کے ابتدائی حصہ میں فاضل مجسٹریٹ کو ایک تار دیا گیا۔ جسے اس نے نہیں کھولا۔ درخواست کنندہ کے وکیل نے یہ کہتے ہوئے کہ وہ بعض وجوہ سے یہ سمجھتا ہے کہ کارروائی کو روکنے کے متعلق یہ عدالت عالیہ کی طرف سے کوئی حکم ہے۔ کھولنے کے لئے کہا۔ لیکن فاضل مجسٹریٹ نے نہ صرف اسی وقت اسے کھولنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ وقفہ لنچ کے دوران میں بھی نہ کھولا۔ اور آخری وقت تک مقدمہ کی سماعت جاری رکھی۔ اس کے بعد جب اسے کھولا تو معلوم ہوا۔ کہ وہ حقیقت میں یہی حکم تھا۔ فی الحقیقت دن کے دوران میں ایک دوسرا تار بھی موصول ہوا۔ لیکن مجسٹریٹ نے اس کو بھی نہ کھولا۔ فاضل مجسٹریٹ نے اپنے جواب میں تسلیم کیا ہے۔ کہ اسے دونوں تار موصول ہوئے۔ اور اس نے انہیں چار بجے شام تک نہ کھولا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس نے تاروں کو روزمرہ کام کے معمول کے ضمن میں شمار کیا۔ اور ان کو کھولنے اور پڑھنے کے لئے گواہ کی شہادت کو بند نہ کیا۔ وقفہ لنچ کے دوران میں پہلا تار نہ کھولنے کی وجہ اس نے یہ بیان کی ہے۔ کہ کارروائی صرف چند منٹوں کے لئے ملتوی ہوئی تھی۔ اور اس نے لنچ کے فوراً بعد مقدمہ کی سماعت شروع کر دی تھی۔

میں اس بات کو بلا تامل تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ۱۸ر ستمبر کے اس واقعہ سے قبل ان اصل وجوہ انتقال سے بہت زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن فاضل مجسٹریٹ کے اس بیان کو جو اس نے تاریں نہ کھولنے کے متعلق دیا ہے۔ تسلیم کرنا مشکل ہے۔ ایک تار وصول کرنے والے شخص کے لئے جو خواہ کتنے ہی اہم اور استغراق آمیز کام میں کیوں نہ مشغول ہو۔ قدرتی طریق یہی ہے۔ کہ وہ کھول کر دیکھے۔ کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ تاریں اگرچہ روزمرہ کے معمول کے ماتحت ہوتی ہیں۔ لیکن بسا اوقات ان میں اہم اور فوری خبریں بھی ہوتی ہیں۔ لہذا اس احساس سے گریز کرنا ناممکن ہے۔ کہ مجسٹریٹ نے یہ جانتے ہوئے کہ مقدمہ کے انتقال کے متعلق کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ اور کارروائی کے روکے جانے کا حکم جاری ہونے والا ہے۔ اس کارروائی کو اپنے لئے موجب ذلت سمجھا۔ اور دیدہ دانستہ تاریں کھولنے سے احتراز کیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا۔ کہ ان تاروں میں کیا لکھا ہے۔ اگرچہ اس مقدمہ کے حالات میں اس مجسٹریٹ کے لئے جو ان حملوں کا شکار بنایا گیا ہے۔ کسی قدر ہمدردی ہو سکتی ہے۔ تاہم اسے اس معاملہ میں یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ وہ ایک مجسٹریٹ ہے اور اسے اس قسم کے تمام جذبات اپنے دل سے نکال دینے چاہئیں اور انہیں ہرگز اجازت نہیں دینی چاہئیے۔ کہ وہ معمولی سے معمولی رنگ میں بھی اس کے جذبۂ عدل پر اثر انداز ہو سکیں۔ میں کسی قدر ناخواستہ طور پر یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ مجسٹریٹ کے اس رویہ کے پیش نظر جس کا مظاہرہ اس نے ۱۸ر ستمبر کو کیا یہ باور کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ اگر پہلے نہیں تو اب درخواست کنندہ کا یہ اندیشہ بالکل درست ہے کہ اس خاص مجسٹریٹ کی عدالت سے اسے غیر جانبدارانہ فیصلہ کی توقع نہیں ہو سکتی لہذا میں ان درخواستوں کو منظور کرتا ہوں اور ہدایت دیتا ہوں کہ اس مجسٹریٹ کی عدالت سے کارروائی منتقل کر دی جائے۔ یہ کیس بہت اہم معلوم ہوتے ہیں اور فاضل وکیل سرکار کے مشورہ پر جس کی وکیل درخواست کنندہ نے تائید کی ہے۔ میں فاضل ڈسٹرکٹ

سکھ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کے توہین آمیز الفاظ کے متعلق شیخ چراغ دین صاحب ایڈووکیٹ کا بیان

مجسٹریٹ کے نادان اور بے حمیت حامیوں سے چند سوالات

شیخ چراغ الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ گورداسپور نے حسب ذیل بیان برائے اشاعت ارسال کیا ہے۔

۲۴ر نومبر کو ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں جو ناگوار واقعہ پیش آیا۔ میں نے ابھی تک اس پر تبصرہ کرنے سے دیدہ دانستہ احتراز کیا ہے۔ اور واقعہ میں یہ بات میرے بعض دوستوں کو ناگوار گذری۔ جبکہ میں نے مسلمانوں کے اس بہت بڑے جلسہ کی صدارت سے انکار کیا۔ جو گورداسپور میں اس امر پر غور وخوض کرنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ کہ مسلمان پبلک اس معاملہ کو کس نگاہ سے دیکھتی ہے۔

اس موقعہ پر نہ صرف میں خود کمرۂ عدالت میں موجود تھا۔ بلکہ مجسٹریٹ مذکور نے وہ قابل اعتراض سوال مجھ سے ہی کیا تھا۔ اور میں نے ہی اس وقت اور اسی جگہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ لہذا چونکہ میں اس مقدمہ میں وکیل تھا۔ اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا۔ کہ پریس میں یا پلیٹ فارم پر اس کے متعلق مزید کچھ کہوں۔

اردو روزنامہ "پاسبان" کے کسی گم نام نامہ نگار کی ایک مبہم اور معاندانہ تحریر ابھی ابھی میرے نوٹس میں لائی گئی ہے۔ لہذا میں اپنی مرضی کے خلاف یہ بیان شائع کرنے پر مجبور ہوں۔ کہ اس تحریر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ از سر تا پا خلاف حقیقت ہے۔

نامہ نگار مذکور نے لکھا ہے۔ کہ میں عموماً مرزا محمود احمد صاحب کے مقدمات کی پیروی کرتا ہوں۔ اس لئے جب اس مقدمہ میں میں ایک قادیانی ملزم کی طرف سے وکالت کر رہا تھا۔ تو مجسٹریٹ نے صرف مجھے مقدمہ کی نوعیت سمجھانے کیلئے وہ الفاظ کہے۔ حالانکہ جہانتک مجھے یاد ہے۔ میں نے ایک بہت لمبے عرصہ کے دوران میں جو کہ ربع صدی پر مشتمل ہے دو یا تین مقدمات سے زائد کبھی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی طرف سے وکالت نہیں کی۔ جہانتک قادیانی اصحاب کا تعلق ہے۔ ان میں سے بعض کبھی کبھی مجھے وکیل مقرر کر لیتے ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ مواقع پر میں احمدیوں کی مخالف پارٹی کی وکالت کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ عطاء اللہ صاحب بخاری اور فیض الحسن صاحب پر جب قادیانیوں کے خلاف تقریریں کرنے کی بنا پر مقدمات دائر کئے گئے۔ تو اس وقت ہر دو اصحاب کی طرف سے میں وکیل تھا۔

اگر نامہ نگار کے اس بیان میں کہ میں نے مجسٹریٹ کے غیر ضروری اور بلاوجہ سوال پر ایک مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک قادیانی ملزم کے وکیل کی حیثیت سے اعتراض کیا۔ کوئی صداقت ہوتی۔ تو یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ میں ان مشہور مقدمات میں ان دو بڑے احرار لیڈروں کی طرف سے وکالت قبول کرتا۔ اس کے برعکس نامہ نگار مذکور کو معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ ایک وکیل کی حیثیت سے اپنے پر دفسٹ کے اظہار کے لئے میرے راستے میں بعض پابندیاں اور دقتیں حائل تھیں۔ ورنہ ناواجب حملوں سے اپنے آقا کی عزت کو بچانے کے لئے ہمارے قلوب میں جو جوش اور جذبہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

سردار جسونت سنگھ کا سوال یہ تھا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) انفڈل تھے۔ تو کیا ایک مسلمان کے جذبات مجروح نہیں ہونگے؟ میں نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ یہ تشبیہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس پوسٹر میں جو بنائے الزام ہے۔ ملزم نے گرو نانک صاحب کے نام سے پہلے "حضرت" لکھا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کے دل میں گرو صاحب کی معزز شخصیت کا بہت احترام ہے۔ لیکن عدالت نے اصرار کیا۔ کہ یہ تشبیہ بالکل درست ہے۔ اور دوبارہ مجھ سے وہی سوال کیا۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنے آقا کے مقدس نام کے متعلق "انفڈل" ایسے قابل نفرت لفظ کا مشروط استعمال بھی میرے نزدیک سخت قابل اعتراض تھا۔ لہذا میں نے کہا۔ کہ یہ تشبیہ نہایت ہی نامناسب نہایت ہی دلآزار الفاظ کی حامل اور ناقابل برداشت ہے اور اس سے میرے مذہبی جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود عدالت نے اپنے ان الفاظ کو واپس لینے یا لفظ "انفڈل" کے استعمال کے متعلق جو بغیر کسی وجہ اور سبب کے بولا گیا تھا۔ اظہار افسوس کرنے کی پرواتک نہ کی۔ متذکرۃ الصدر نامہ نگار اپنے دل میں، خواہ یہ سمجھتا ہو کہ مذکورہ سوال مجھے مقدمہ کی نوعیت سمجھانے کے لئے کیا گیا تھا۔ لیکن میں نے اسے اس رنگ میں نہیں لیا۔ اور میں اب بھی یہ سمجھتا ہوں۔ کہ میں اس کے خلاف احتجاج کرنے میں بالکل حق بجانب تھا۔ اگر نامہ نگار کوئی غیر مسلم شخص ہے۔ تو چونکہ اس کی تربیت ایسے ماحول میں نہیں ہوئی جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کے تقدس کے سمجھنے کا ماحول ہے اور جن کی غلامی کو بڑے بڑے مقدس اولیاء اور عظیم ترین شہنشاہ اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے شائد اسے اس محبت اور عزت کا علم نہ ہو جو ایک مسلمان کو اپنے آقا سے ہے۔ لیکن یہ ایک نہایت احمقانہ فعل ہے۔ کہ اس امر کا علم حاصل کئے بغیر کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ کسی کی طرف بعض خیالات منسوب کئے جائیں۔ علاوہ ازیں ایک ذمہ دار اخبار نویس کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ ایسے خط کو جو غلط بیانیوں اور دروغ بافیوں سے پر ہو اپنے اخبار میں جگہ دینے سے قبل اس کے متعلق پوری طرح غور وخوض کر لے۔

اگر نامہ نگار کوئی مسلمان ہے۔ تو اسے چاہئیے کہ وہ میرے ان سوالوں کا جواب دے۔

(۱) کیا وہ دیانتداری سے یہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر کسی قانونی عدالت کا پریزائیڈنگ افسر اس سے یہ سوال کرے۔ "اگر تمہارے نبی کو انفڈل کہا جائے تو تم کیا محسوس کرو گے"۔ تو اس کا یہ سوال درست ہوگا؟

(۲) کیا وہ دیانتداری سے یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اس سوال پر اس افسر کی تعریف کرے گا۔

(۳) کیا خود اس سوال سے یہ مطلب نہیں نکلتا۔ کہ سوال کرنے والا اس جواب کا پہلے ہی سے متوقع تھا جو میں نے دیا

(۴) کیا وہ دیانتداری سے یہ محسوس کرتا ہے کہ مجھے وہ جواب نہیں دینا چاہئیے تھا جو اوپر درج کیا گیا ہے اگر وہ ایسا محسوس کرتا ہے۔ تو بتائے کہ مجھے اور کیا جواب دینا چاہئیے تھا۔ اور اگر وہ میری پوزیشن میں ہوتا۔ تو وہ کیا کہتا؟

مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ بٹالہ کی ایک انجمن کے بعض ممبران نے بھی ریذیڈنٹ مجسٹریٹ مذکور کی طرف سے لفظ "انفڈل" کے استعمال کو حق بجانب قرار دیا ہے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو وہ بتائیں۔ انہوں نے یہ کہاں سے معلوم کیا ہے۔ کہ ایک مسلمان کے جذبات کو مجروح کئے بغیر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس رنگ میں اس لفظ کو استعمال کیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ لوگ بتا سکتے ہیں۔ کہ

جلسہ سالانہ کے بعد جماعت کی ذمہ واری

اخراجات جلسہ سالانہ کے لئے ہر ایک جماعت کو شرح چندہ کے رو سے ایک رقم مقرر کر کے اطلاع دی گئی تھی۔ جس کا جلسہ سے قبل ادا کر دیا جانا ضروری تھا۔ لیکن بہت سی جماعتیں ایسی ہیں۔ جن سے مقرر کردہ رقم وصول نہیں ہوئی۔ اس اعلان کے ذریعہ میں اس امر کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اب چونکہ جلسہ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ احباب اور جماعتوں کو یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جلسہ سالانہ کے اخراجات پورے ہو چکے ہونگے۔ اور اب ان کے لئے اس چندہ کی ادائیگی ضروری نہ رہی ہو گی۔ کیونکہ اخراجات جلسہ سالانہ پورے کرنے کے لئے ہر ایک جماعت سے مقرر شدہ رقم چندہ جلسہ سالانہ کا وصول ہونا ضروری ہے۔

اب جلسہ سالانہ کے اخراجات کا حساب کر کے دوکانداروں اور ٹھیکیداروں کو روپیہ ادا کیا جاتا ہے۔ اور اس کی ادائیگی جماعتوں سے باقی رقوم کے وصول ہونے پر موقوف ہے۔ اس لئے احباب اور عہدیداران جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنا اور اپنی جماعت کا چندہ جلسہ سالانہ بہت جلد فراہم کر کے بھجوا دیں۔

ناظر بیت المال

جماعتہائے کھیوڑہ پنڈ داونخان کو اطلاع

آئندہ کے لئے ملک محمد حسین صاحب سکول ماسٹر مڈل سکول کھیوڑہ کو کھیوڑہ اور پنڈ دادن خان دونو جماعتوں کے لئے سکرٹری مال مقرر کیا جاتا ہے۔

ناظر بیت المال

فدیہ ماہ صیام وصدقات

مندرجہ ذیل اصحاب کی طرف سے نظارت ضیافت کو محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ کی معرفت یا براہ راست حسب ذیل رقوم فدیہ اور صدقات وغیرہ کی موصول ہو چکی ہیں اور مستحقین میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔

نمبر شمار	نام معطی	رقم	غرض
۱۱	اہلیہ صاحبہ ملک غلام رسول صاحب محلہ دار الرحمت	صہ ر	ایک بکرا قربانی کر دیا جائے
۱۲	بابو عبد الغفور صاحب قادیان	معہ ر	فدیہ صیام
۱۳	بابو سراج دین صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر قادیان	للعہ ر	صدقہ برائے دار الشیوخ
۱۴	چوہدری عنایت اللہ صاحب بہلول پور	صہ ر	گوشت برائے مساکین
۱۵	محترمہ ام داؤد صاحبہ قادیان	۸ عہ ر	دو بکرے برائے صدقہ ذبح کروا دئے جائیں
۱۶	چوہدری محمد شریف صاحب فیروز والہ	۶ لعہ ر	بکرا ذبح کر دیا جائے بطور صدقہ
۱۷	میر حمید اللہ صاحب برج ورکس راولپنڈی	لعہ ر	فدیہ صیام
۱۸	مرزا عبد السمیع صاحب سمبٹہ	عہ ر	افطاری
۱۹	محترمہ غلام رسول صاحب چک نمبر ۲۰۹ لائل پور	ہے ر	فدیہ صیام
۲۰	محترم عبد الحمید صاحب نئی دہلی	۵ ر	بکرا بطور صدقہ ذبح کر دیا جائے
۲۱	برکت علی صاحب کنجی	۶ عہ	فدیہ صیام

وصیت نمبر ۵۸۲۴

منکہ سید حیدر شاہ ولد سید ستار شاہ صاحب قوم سید پیشہ زمینداری عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن مونگ ڈاکخانہ خاص تحصیل پھالیہ ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳۷/۵/۲۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری اس وقت موجودہ جائداد پندرہ بیگھہ زمین ہے اس میں سے پانچ بیگھہ زمین رہن ہے کل زمین پندرہ بیگھہ ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ میں اگر اپنی زندگی میں اس کی قیمت ادا کر دوں تو پھر انجمن احمدیہ کا کوئی حق نہ ہوگا ورنہ میرے مرنے کے بعد انجمن ۱/۱۰ حصہ کی وارث ہوگی۔ جس طرح چاہیں فروخت کریں۔ اور اس کے علاوہ اگر میری کوئی جائداد ثابت میرے مرنے کے بعد یا زندگی میں ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے ورثاء کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میرے لڑکے اور بیوی خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں۔ العبد:۔ سید حیدر شاہ بقلم خود مونگ

گواہ شد:۔ سید محمد لطیف انسپکٹر بیت المال قادیان۔ گواہ شد:۔ میر حامد شاہ ولد حیدر شاہ موصی سکنہ مونگ۔ گواہ شد:۔ امام دین احمدی بقلم خود

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

بمبئی ۳ جنوری - ایسوسی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے - کہ کانگرس ہندو مسلم تصفیہ کے لئے معین طور پر اقدامات اختیار کر رہی ہے - اس سلسلہ میں صدر کانگرس نے ورکنگ کمیٹی اور مسٹر گاندھی کی رضامندی کے ساتھ پہلا قدم یہ اٹھایا ہے - کہ ایک اعلان کے دوران میں انہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا ہے کہ کانگرس جائز تجاویز پر غور کرنے اور شرائط تصفیہ طے کرنے کے لئے تیار ہے معلوم ہوا ہے کہ ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور صدر کانگرس اس موضوع پر گاندھی جی سے تبادلہ خیالات کرینگے کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے مناسب طریقہ کیا ہے - اس بات پر سب متفق ہیں - کہ اب وقت آگیا ہے - کہ تصفیہ کے لئے پہلا قدم کانگرس اٹھائے۔

لاہور ۳ جنوری - مسٹر افضل حسین صاحب پرنسپل زراعتی کالج لائل پور کو مجلس اقوام کے بین الاقوامی لیبر ادارہ کے ڈائرکٹر نے دعوت دی ہے - کہ وہ جنیوا آکر زراعتی کمیٹی کے اجلاس میں شامل ہوں - مسٹر افضل حسین صاحب ۲۲ جنوری کو بمبئی سے جہاز پر روانہ ہونگے -

کلکتہ ۳ جنوری - اخبار "ہندوستان سٹینڈرڈ" لکھتا ہے - کہ وزیر تعلیم بنگال نے کلکتہ میں ایک کالج قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے - جو صرف مسلمان لڑکیوں کے لئے ہوگا - اسے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس سال بجٹ میں ۸ لاکھ روپیہ کی رقم اس مقصد کے لئے وقف کی جائے گی۔

امرتسر ۳ جنوری - بیان کیا جاتا ہے - کہ مولوی عطاء اللہ احراری کو پنجاب کریمنل لا امینڈمنٹ ایکٹ کی دفعہ ۳ کے ماتحت ایک نوٹس کے ذریعہ حکم دیا گیا ہے - کہ آئندہ بارہ ماہ تک وہ قادیان اور اس کے ارد گرد ۳ میل کے دائرہ کے اندر داخل نہ ہوں نہ سکونت یا قیام کریں -

کلکتہ ۳ جنوری - آج وائسرائے ہند نے یونیورسٹی کالج آف سائنس کے میدان میں انڈین سائنس کانگرس ایسوسی ایشن کے سلور جوبلی سیشن کا افتتاح کیا - تقریب کے خاتمہ پر وائسرائے نے ممالک غیر اور ہندوستان کے بارہ مشہور سائینسدانوں کو سائنس کانگرس ایسوسی ایشن کی اعزازی رکنیت سے سرفراز کیا۔

بمبئی ۳ جنوری - آج صبح پھر کانگرس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا - اور مختلف کانگرسی وزارتوں کی کارگزاری پر بحث ہوئی - تاکہ اندازہ لگایا جاسکے - کہ انہوں نے کانگرسی پروگرام کو کہاں تک پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے علاوہ ازیں اس امر پر بھی غور کیا جائے گا کہ سات کانگرسی صوبوں میں کس حد تک یکساں پالیسی اختیار کی جاسکتی ہے مسلم لیگ کی طرف سے کانگرسی وزارتوں کے خلاف جو الزامات عائد کئے جاتے ہیں - ان پر بھی بحث ہوئی - ورکنگ کمیٹی کے اکثر ارکان کی رائے ہے کہ کانگرسی وزارتوں کے کام پر تخریبی نکتہ چینی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا - کمیٹی کے پارلیمنٹری گروپ نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ وزراء کو کانگرسی پروگرام اور نظم و نسق کے فرائض روزمرہ سرانجام دینے کے لئے پوری آزادی ہونی چاہیئے

کراچی ۳ جنوری - ایک اطلاع مظہر ہے کہ وزیر اعظم سندھ کے پارلیمنٹری سکرٹری نے سکرٹریٹ کی عمارت میں عوام کی شکایات سے متعلق ایک محکمہ قائم کیا ہے - انہوں نے ایک بیان کے دوران میں ظاہر کیا ہے - کہ سرکاری ملازمتوں میں رشوت کے استیصال کے کام کی نگرانی کے لئے دو ہزار کارکنوں کی ضرورت ہے

نئی دہلی ۳ جنوری - ایک سرکاری اعلان مظہر ہے - کہ سر ہائیڈ گوون گورنر سی پی و برار نے بعض وجوہ کی بنا پر جلد اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے - اور ملک معظم نے ۲۷ مئی ۱۹۳۶ء سے ان کا استعفاء منظور کرلیا ہے - اور ان کے مستعفی ہونے کی تاریخ سے مسٹر ایف - بوی - وائیلی موجودہ ریذیڈنٹ جے پور کو سی پی اور برار کا آئندہ گورنر مقرر کیا ہے۔

لاہور ۳ جنوری - شہید گنج کے سلسلہ میں احراریوں کی سول نافرمانی جاری ہے آج تک گرفتار ہونے والوں کی تعداد ۷۰ تک پہنچی ہے۔

کراچی ۳ جنوری - کراچی کی ایک مجلس میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر کے ایم منشی ہوم منسٹر نے کہا - کانگرسی وزیروں کا کام پھولوں کی سیج نہیں کانگرسی وزراء کے متعلق توقع کی جاتی ہے - کہ وہ عوام کے خادم ہیں ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ہر قسم کے لوگوں کو ہر قسم کے معاملات میں مشورے دینگے - لیکن اس تمام کام کے عوض انہیں صرف پانچ سو روپیہ ملتا ہے

پٹیالہ ۳ جنوری - ریاست جیند سے اطلاع موصول ہوئی ہے - کہ وہاں محکمہ تعلیم نے ایک سرکلر کے ذریعہ تمام ریاستی سکولوں میں شادی شدہ طلبا پر شادی ٹیکس عاید کر دیا ہے - یہ اقدام کم عمر میں شادی کو روکنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

قاہرہ ۳ جنوری - معلوم ہوا ہے شاہ فاروق نے اعلان کیا ہے کہ جس قدر غیر ملکی طلبا مصری یونیورسٹیوں میں تعلیم کے لئے آئے ہوئے ہیں یا آئندہ آئینگے ان کے تعلیمی اخراجات شاہی خزانہ سے ادا کئے جایا کریں گے - شاہ کا یہ بھی حکم ہے کہ تمام طلباء کو دیگر ہر قسم کی سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں -

کلکتہ ۳ جنوری - آل انڈیا کرکٹ ٹیم نے تیسرا ٹیسٹ میچ ۹۳ رنز سے جیت لیا - ہندوستانی ٹیم نے دونوں اننگز میں (۳۵۰ + ۱۹۲) ۵۴۲ رنز کیں اور لارڈ ٹینی سن کی ٹیم نے کل (۲۵۷ + ۱۹۲) ۴۴۹ رنز کیں اور اس طرح گویا ۹۳ رنز کا فرق رہا - اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پہلے دو ٹیسٹ میچز میں ہندوستانی ٹیم کو شکست ہوتی رہی ہے

کلکتہ ۳ جنوری - حکومت بنگال نے حکم جاری کیا ہے - کہ مقامی ہندی روزنامہ "لوکمانیہ" کی دو ہزار روپیہ کی ضبط شدہ ضمانت واپس دی جائے۔

لنڈن ۳ جنوری - ہسپانیہ سے آمدہ تار مظہر ہے - کہ باغیوں نے ٹیرول کے جنوب مغرب میں پانچ میل کے فاصلہ پر ایک شہر پر قبضہ کر لیا ہے - اور سرکاری فوج کے کئی ہزار سپاہی ہلاک ہوگئے ہیں اس کے برعکس سرکاری حکومت نے اعلان کیا ہے کہ زبردست جنگ کے باوجود باغیوں نے ابھی تک ٹیرول پر قبضہ نہیں کیا

قاہرہ ۳ جنوری - ایک شاہی اعلان کے ذریعہ مصری پارلیمنٹ کو ایک ماہ کے لئے معطل کر دیا گیا ہے۔

بمبئی ۳ جنوری - پنڈت جواہر لال نہرو صدر کانگرس نے ایک بیان شائع کیا ہے - جس میں وہ لکھتے ہیں - ہم ہر وقت اس بات کے لئے تیار ہیں - کہ ان مسائل پر جو ہندوستان پر اثر انداز ہوسکتے ہیں ایک جگہ بیٹھ کر غور کریں - جہاں تک اقلیتوں کے مسئلہ کا تعلق ہے - کانگرس ان سے پورا پورا انصاف کرے گی - کانگرس ہندوستان کے لئے کسی ایسی آزادی کی خواہاں نہیں جس میں ہندوستان کی تمام اقوام کو ترقی کے پورے پورے مواقع حاصل نہ ہوں - جہاں تک سیاسی حقوق کا تعلق ہے فرقہ وار فیصلہ قائم ہے - اور فریقین کے مشورہ کے بغیر اس میں تبدیلی نہیں کی جائے گی - ہم یہ بھی اعلان کرچکے ہیں - کہ ہم اس معاہدہ کے پابند ہیں - جو بابو راجندر پرشاد اور مسٹر جناح کے درمیان ہوا تھا - اگر اب بھی کوئی امر باقی رہ گیا ہے تو آئیے ہم اس پر غور کر لیتے ہیں مشکل تو یہ ہے کہ میں یہ نہیں سمجھ سکتا - کہ دلائل کس چیز کے متعلق پیش کئے جا رہے ہیں - حال ہی میں مسٹر جناح اور مسٹر فضل الحق وزیر اعظم بنگال نے کلکتہ میں جو تقریریں کیں ان کے متعلق پنڈت جی لکھتے ہیں مسٹر جناح کی تصریحات میں درستی اور مروت کے علاوہ سب کچھ ہے لیکن مسٹر فضل الحق دھمکیوں سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔